غیرت کے نام پر قتل اور قرآنی تعلیمات

مسرت جہاں
شعبہ قرآن وسنہ، جامعہ کراچی

تلخیصُ المقالہ

عورت چونکہ صنف نازک ہے اس لیے دفاع سے مجبور نہیں معذور بھی ہے زبان رکھنے کے باوجود بے زبان بھی ہے۔ اور اسلام کے عطا کیے ہوئے بنیادی حقوق سے بے خبر ہے۔ تعلیم کے دروازے اس پر آج بھی بند ہیں بالخصوص وطنِ عزیز کی دیہاتی عورتیں۔ لہٰذا معاشرے کے کالے قوانین رسم ورواج کی صورت میں عورت پر مسلط کرنا سوسائٹی کے اعلیٰ طبقے (Aristocratic) کی ریت رہی ہے۔ غیرت کے نام پر قتل یا کاروکاری کی رسم انہی رسومات میں سے ایک بھیانک ترین رسم ہے۔ یہ ایک گھناؤنی رسم ہے جس کی بھینٹ ہزاروں معصوم خواتین برسہا برس سے چڑھتی آرہی ہیں۔ اس رسم کا آغاز کب ہوا تاریخ اس بارے میں خاموش ہے۔ اسے اگر بدترین جہل کی پیداوار کہا جائے تو بے جانہ ہوگا۔ اسلام امن وآشتی کا مذہب ہے، عدل وانصاف، رواداری اور بھائی چارگی کا مذہب ہے۔ یہ دنیا کا واحد مذہب ہے جس کا فروغ تیغ وتفنگ سے نہیں صرف اور صرف احسان سے ممکن ہوا جس کی نظر میں قصداً چیونٹی کا قتل بھی قابلِ گرفت ہے چہ جائیکہ انسان خواہ مرد ہو یا عورت۔ اسلام حدود وتعزیرات کو بھی آزاد نہیں چھوڑتا اس کے لیے بھی ضابطے تجویز کرتا ہے جس کی پابندی کے بغیر ان حدود کا اطلاق ممکن نہیں۔ اسلام میں غیرت کے نام پر قتل کی مطلقاً کوئی اہمیت نہیں بلکہ یہ وہ بدترین فعل ہے جس کی اسلام میں کوئی گنجائش نہیں۔

Abstract

Since woman is "fair sex", not only helpless defending herself but also destitute and has no voice is silent. She is unaware of the fundamental rights given by Islam. The doors to education are closed on her especially for the women residents of rural areas of my beloved country. That is why aristocratic class of the society imposes "Dark Laws" in the form of custom and values in society. The custom of "Honor Killing or Karo Kari" is most heinous of these customs. This dreadful custom has been taking the toll of women's lives for years. When did this custom start? History is silent about it could be surely termed as ignorance. Islam is the religion of peace and prosperity; it is the religion of justice, fairness, tolerance and unity. This is the only religion of world which is not spread by sword or gun but only due to its gratitude towards others. In Islam's view even killing an ant is apprehend-able, let alone of a human being. Islamic laws and Hudood laws have proper procedure without Hudood can not be implemented. "Honor Killing" has no place in Islam, it is a heinous crime unacceptable in Islam.

کچھ عرصے سے کاروکاری کی بنیاد پر قتل، الزامات، جھگڑے اور فساد بڑھ گئے ہیں ایسے معلوم ہوتا ہے کہ اس قبیح فعل میں اضافہ ہوگیا ہے۔ چونکہ یہ قتل وخونریزی مسلمانوں اور مسلم علاقوں میں زیادہ ہورہی ہے اس لیے غیر مسلم اقوام اور بیرونی ممالک میں یہ تاثر پیدا ہورہا ہے کہ اس کے پیچھے کسی قسم کے اسلامی تصورات، اسلامی تہذیب وثقافت کے اثرات ہیں جن کی بنیاد پر

مسلمانوں میں قتل وغارت گری زیادہ ہے۔ اس بات کا اسلامی نقطہ نگاہ سے تجزیہ کرنا اور اسلام کی بنیادی تعلیم سے اس کا مطالعہ کرنا ضروری ہے۔ تا کہ غیر مسلموں کا یہ تاثر ختم ہو اور مسلمان موردِ الزام نہ ٹھہریں۔

اگر چہ کاروکاری قتل اور غیرت کے نام پر قتل کے کئی دوسرے اسباب بھی ہیں جن کی وجہ سے یہ سلسلہ چل رہا ہے بلکہ زور پکڑ رہا ہے ان اسباب کا مختصراً بیان آخر میں کیا جائے گا۔

میں نے اپنے مقالے میں اپنی معروضات کو تین حصوں میں تقسیم کیا ہے، چونکہ ان تینوں حصوں کا باہمی گہرا اور بنیادی تعلق ہے اس لیے مختصر طور پر تینوں کا بیان کرنا ضروری ہے۔ جب تک یہ تینوں اجزاء سامنے نہیں آئیں گے اس وقت تک زیرِ بحث مسئلے کا پوری طرح واضح ہونا مشکل ہے۔

(۱) پہلے حصے میں اسلام کی طرف سے عورتوں کے عطا کردہ حقوق کا بیان ہے۔ یہ حقوق واضح، صاف اور نمایاں ہیں اور اس کے ساتھ غیر متنازعہ بھی ہیں۔ ان کی بعض جزئیات میں تو اختلاف اور دو رائے ہوسکتی ہیں لیکن اصولی طور پر کسی حق پر اُمت میں اختلاف نہیں ہے۔

(۲) دوسرے حصے میں کاروکاری قتل کا غیر اسلامی ہونا واضح کیا گیا اور بتایا گیا ہے کہ اسلام میں اس قسم کے قتل یا ایسے تصور کی کوئی بنیاد نہیں ہے۔ اگر شادی شدہ مرد اور عورت سے ایسا فعل سرزد ہوتا ہے تو اس سے نکلنے کی کیا صورتیں اسلام نے بتائی ہیں۔

(۳) تیسرے حصے میں اس کے سد باب اور روکنے کی وہ تجاویز وتدابیر بیان کی گئی ہیں جنہیں اختیار کیا جائے تو یہ لعنت کم یا ختم ہوسکتی ہے۔

کاروکاری قتل اور قرآن مجید کی تعلیمات:

نزولِ قرآن کے وقت عربوں میں بیوی کے بارے غیرت وجذبہ اور تصور موجود تھا۔ شادی شدہ عورت کا خاوند اپنی بیوی کو دوسرے کے ساتھ دیکھ کر جوش میں آجاتا تھا اور مارنے پر تیار ہو جاتا تھا۔ اس پس منظر میں اسلام نے اس جوش اور غیرت کو کیسے کنٹرول کیا اور کیسے اعتدال پر لایا یہ مطالعہ ہمارے زیرِ بحث مسئلہ کو سمجھنے میں معاون ہوگا۔

(۱) **انسان کا مقام:** اسلام نے سب سے پہلے انسان کا کائنات میں مقام متعین کیا اور اس تعین میں عورت ومرد کا کوئی فرق وامتیاز نہیں رکھا۔ چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے ''یہ تو ہماری عنایت ہے کہ ہم نے بنی آدم کو بزرگی دی اور انہیں خشکی وتری میں سواریاں عطا کیں اور ان کو پاکیزہ چیزوں سے رزق دیا اور اپنی بہت سی مخلوقات پر فوقیت بخشی''[۱] اس بلند وبالا مقام ومرتبہ میں عورت ومرد برابر شریک ہیں اس نوع کی درجنوں آیات ہیں۔ ہم نے صرف ایک آیت نمونے کے طور پر بیان کی ہے۔

(۲) انسانی جان کی حرمت واحترام: اسلام نے انسان کی زندگی اور جان کو نہایت محترم اور عزت کے لائق قرار دیا ہے، اسے تلف کرنے، نقصان پہنچانے اور ختم کردینے یا قتل کردینے کو بہت بڑا گناہ اور پوری انسانیت کے خلاف جرم قرار دیا ہے۔ نمونے کی چند آیات ملاحظہ کریں: **ولا تقتلوا النفس التی حرم اللہ الا بالحق** [۲] ترجمہ: ’’اور کسی جان کو جسے اللہ نے حرام ٹھہرایا ہے ہلاک نہ کرو مگر حق کے ساتھ۔‘‘ قرآن مجید میں حق کی تین صورتیں بیان ہوئی ہیں۔

(۱) انسان کسی دوسرے انسان کے قتل عمد کا مجرم ہوا اور اس پر قصاص کا حق قائم ہوگیا ہو۔ (۲) کوئی شخص دین حق کی راہ میں مزاحم اور رکاوٹ ہو اور اس سے جنگ کیے بغیر چارہ نہ ہو۔ (۳) دارالاسلام کی حدود میں بدامنی پھیلائے یا اسلامی نظام حکومت کو ہٹانے کی کوشش کرے۔ اور ارشاد فرمایا: ’’جس نے کسی انسان کو خون کے بدلے یا زمین میں فساد پھیلانے کے سوا کسی اور وجہ سے قتل کیا اس نے گویا تمام انسانوں کو قتل کردیا اور جس نے کسی کو زندگی بخشی اس نے گویا تمام انسانوں کو زندگی بخش دی۔‘‘ [۳]

(۳) قصاص کی اہمیت: قصاص کی اہمیت اور افادیت بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ’’**ولکم فی القصاص حیوٰۃ یا اولی الباب لعلکم تتقون** [۴] ’’عقل وخرد رکھنے والو تمہارے لیے قصاص میں زندگی ہے اُمید ہے کہ تم اس قانون کی خلاف ورزی سے پرہیز کروگے۔‘‘

قرآن مجید میں قتل (ق ت ل) کے مادے سے کوئی پونے دوسو مرتبہ کلمات (الفاظ) آئے ہیں ان میں تین چوتھائی میں قتل کی برائی، ممانعت، اس کی ناگزیر صورتیں، کہیں احکام کے انداز میں، کہیں سابقہ اُمتوں کے قصوں، واقعات اور اعمال کی صورت میں اس فعل کی ممانعت، برائی اور نقصانات بیان ہوئے ہیں۔ تاکہ اس کی حرمت، برائی اور معاشرے کے لیے نقصانات سامنے آئے ہیں۔

قرآن مجید میں جو واضح سزائیں (حدود) بیان ہوئی ہیں انہیں علماء نے مقاصد شرعیہ (شریعت نافذ کرنے اور اسلامی حکومت قائم کرنے) کے نام سے بیان کیا ہے وہ تمام کے تمام انسانوں کی جان، مال، عزت، نسب اور دین کے گرد گھومتے ہیں۔ وہ مقاصد حفاظتِ جان، حفاظتِ مال، حفاظتِ عزت وآبرو، حفاظتِ نسب اور حفاظتِ دین ہیں۔ پھر قرآن مجید نے انبیاء کی بعثت، دنیا میں آنے کا مقصد انصاف کا قیام بتایا ہے۔ ’’ہم نے اپنے رسولوں کو صاف صاف نشانیاں اور ہدایات کے ساتھ بھیجا اور ان کے ساتھ کتاب اور میزان نازل کیا تاکہ لوگ انصاف پر قائم ہوں۔‘‘

انبیاء کو تین چیزیں دے کر بھیجا ایک بیّنات (کھلی اور واضح نشانیاں) دوئم کتاب اور سوم میزان۔ انبیاء اور ان کے ساتھ یہ تینوں چیزیں بھیجنے کا مقصد یہ تھا کہ دنیا میں انسانی رویہ اور انسانی زندگی کا نظام فرداً فرداً بھی قائم ہو اور اجتماعی طور پر بھی عدل پر

قائم ہو۔[۵]

اسلامی حکومتوں کے قیام سے چھ بنیادی مقاصد ہیں جو اس سے حاصل ہونے چاہئیں۔ باقی باتیں ثانوی حیثیت رکھتی ہیں۔اس لیے ان پر سخت سزائیں مقرر ہیں تا کہ یہ محفوظ رہیں۔

قرآن مجید میں جس طرح قتلِ ناحق سے روکا گیا ہے اسی طرح آپ صلّی اللہ علَیْہِ وَ آلہٖ وَسلّم کے ارشادات وعمل میں بھی اس سے سختی سے روکا گیا ہے۔ اور قتل کبائر میں سے ہے یعنی وہ گناہ جو اکبرالکبائر (سب سے بڑا گناہ) ہیں ان میں قتل کا گناہ ہے۔ آپ صلّی اللہ علَیْہِ وَ آلہٖ وَسلّم کے تین ارشادات نمونے کے طور پر پیش کیے جاتے ہیں۔

۱۔عن ابی ہریرہؓ ان رسول اللہ صلّی اللہ علَیْہِ وَ آلہٖ وَسلّم قال: **اجتنبو اسبع الموبقات قیل : وما هو یا رسول الله؟ قال الشرک بالله والسحر وقتل انفس التی حرم الله الا بالحق، واکل الربو، اکل مال الیتیم ولتولی یوم الزحف وقذف المومنات الخاملات** (متفق علیہ)[۶]

حضرت ابو ہریرہؓ نے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا سات تباہ کن گناہوں سے بچو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ کیا ہیں؟ آپ صلّی اللہ علَیْہِ وَ آلہٖ وَسلّم نے فرمایا ’’اللہ کے ساتھ شرک (کسی کو شریک کرنا)، جادو کرنا اور کروانا، انسان کی جان لینا (جسے اللہ نے حرام قرار دیا ہے) مگر حق کے ساتھ، سود کھانا، یتیم کا مال کھانا، جنگ کے دوران پیٹھ پھیرنا اور پاک دامن بے خبر مومن عورتوں پر الزام (تہمت زنا) لگانا‘‘۔

اس حدیث مبارکہ اور دیگر احادیث کے مطابق قتلِ نفس (انسانی جان لینا) اکبرالکبائر (بڑے گناہوں) میں سے ہے۔ غیرت کے نام پر قتل بھی شریعت کی رو سے ناحق قتلِ نفس میں داخل ہے۔

طبرانی کی ایک روایت ہے جسے حضرت حذیفہؓ نے بیان کیا ہے کہ آپ صلّی اللہ علَیْہِ وَ آلہٖ وَسلّم نے فرمایا: ’’پاک دامن عورت پر تہمت لگانا سو برس کے اعمال کو غارت کر دینے کے لیے کافی ہے۔‘‘

۲۔عن عبداللہ بن عمرؓ ان النبی صلّی اللہ علَیْہِ وَ آلہٖ وَسلّم قال: **لزوال الدنیا اهو علی الله من قتل رجل مسلم**[۷] حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے بیان کیا کہ نبی اکرم صلیؐ اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ’’دنیا کا ختم ہونا اللہ کے نزدیک ایک مومن کے قتل سے ہلکا ہے۔‘‘

اس حدیث کے الفاظ پر غور کریں کہ ایک انسان کا ناحق قتل کرنا کتنا بڑا گناہ اور کتنی بڑی برائی ہے۔ کاروکاری قتل بھی اسی زمرے میں آتا ہے اس کی تفصیل آگے آ رہی ہے۔

غیرت کے نام پر قتل (کاروکاری) کا حرام ہونا اور لعان کا حکم:

سورۃ نور کی آیت نمبر۴ اور ۵ حد قذف (زنا کے الزام) پر نازل ہوئی ’’اور جو لوگ پاک دامن عورتوں پر تہمت (زنا) لگائیں پھر چار گواہ لے کر نہ آئیں تو ان کو اَسّی کوڑے مارو اور ان کی شہادت کبھی قبول نہ کرو اور وہ خود ہی فاسق ہیں سوائے ان لوگوں کے جو اس حرکت کے بعد توبہ کرلیں۔ اللہ ضرور (ان کے حق میں) غفور ورحیم ہے۔‘‘[۸] صحابہ کرامؓ پریشانی میں مبتلا ہوگئے۔ پریشانی کی وجہ یہ تھی اور سوال یہ پیدا ہوا کہ غیر مرد اور عورت کی بدچلنی دیکھ کر تو آدمی صبر کرسکتا ہے اور گواہ موجود نہ ہوں تو زبان پر قفل چڑھالے اور معاملے کو نظر کردے لیکن اپنی بیوی کی بدچلنی دیکھ لے تو کیا کرے؟ قتل کردے تو الٹا قتل کی سزا کا حقدار بنے۔ اگر گواہ ڈھونڈنے جائے تو ان کے آنے تک مجرم کب ٹھہرا رہے گا اور صبر کرے تو آخر کیسے کرے۔ طلاق دے کر عورت کو رخصت تو کرسکتا ہے مگر نہ ہی اس عورت کو کسی قسم کی مادی اور اخلاقی سزا ملی اور نہ اس کے آشنا کو۔ اور اگر اسے ناجائز حمل ہو تو غیر کا بچہ الگ گلے پڑا۔ یہ سوال ابتداء میں تو حضرت سعد بن عبادہ نے ایک فرضی سوال کی حیثیت سے پیش کیا اور یہاں تک کہہ دیا کہ میں خدانخواستہ اپنے گھر میں یہ معاملہ دیکھ لوں تو گواہوں کی تلاش میں نہیں جاؤں گا بلکہ تلوار کی دھار سے اسی وقت معاملہ طے کردوں گا (بخاری ومسلم) لیکن تھوڑی ہی مدت گزری تھی کہ بعض ایسے واقعات پیش آگئے جن میں شوہروں نے اپنی آنکھوں سے یہ معاملہ دیکھا اور نبی کریم صلّی اللہ علَیہِ وَآلہٖ وَسلّم کے پاس شکایت لے کر گئے۔[۹]

عبداللہ بن مسعود اور ابن عمرؓ کی روایات ہیں کہ انصار سے ایک شخص عُویمر عجلانی نے حاضر ہوکر عرض کیا یارسول اللہ صلّی اللہ علَیہِ وَآلہٖ وَسلّم اگر ایک شخص اپنی بیوی کے ساتھ کسی غیر مرد کو پائے اور منہ سے بات نکالے تو آپ صلّی اللہ علَیہِ وَآلہٖ وَسلّم حذف جاری کردیں گے، قتل کردے تو آپ صلّی اللہ علَیہِ وَآلہٖ وَسلّم اسے قتل کردیں گے اور چپ رہے تو غیض وغصے میں مبتلا رہے تو آخر وہ کیا کرے؟ اس پر حضور اکرم صلّی اللہ علَیہِ وَآلہٖ وَسلّم نے دعا کی ’’خدایا اس مسئلے کا فیصلہ فرما‘‘[۱۰، ۱۱، ۱۲]

یہاں نمونے کے طور پر ایک واقعہ بیان کیا جاتا ہے جسے صحاح ستہ، مسند احمد اور طبرانی ابن جریر نے بیان کیا ہے۔ ہلال بن اُمیہ انصاری اُن بڑے صحابہ میں سے ہیں جن کو غزوہ تبوک میں شریک نہ ہونے پر سزا دی گئی اور توبہ قبول ہوئی۔

واقع کی تفصیل اس طرح ہے ہلال بن اُمیہ اپنی زمین سے عشاء کے وقت اپنے گھر آئے تو ایک مرد کو اپنی بیوی کے پاس اپنی آنکھوں سے دیکھا اور کانوں سے باتیں سنیں لیکن جوش وجذبات میں نہ آئے اور صبح تک خاموش رہے اور صبح کو رسول اللہ صلّی اللہ علَیہِ وَآلہٖ وَسلّم کے پاس حاضر ہوئے اور واقعہ بیان کیا یارسول اللہ صلّی اللہ علَیہِ وَآلہٖ وَسلّم میں عشاء کے وقت اپنے گھر آیا تو میں نے اپنی بیوی کے پاس ایک مرد کو پایا جسے میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے اور اپنے کانوں سے سنا۔ اس پر نبی اکرم صلّی اللہ علَیہِ وَآلہٖ وَسلّم نے اس خبر پر ناگواری محسوس کی اور آپ صلّی اللہ علَیہِ وَآلہٖ وَسلّم کو تکلیف ہوئی۔ اتنے میں دوسرے

انصار بھی جمع ہو گئے اور کہنے لگے کہ ہمارے سردار سعد عبادہ نے جو بات کہی تھی اس سے سابقہ پیش آ گیا۔ اب ھلال بن اُمیہ کو تو آپ حدِ قذف یعنی کوڑوں کی سزا دیں گے اور ان کی گواہی ہمیشہ کے لیے رد ہو جائے گی۔ ھلال نے کہ مجھے اُمید ہے کہ اللہ میرے لیے اس سے نجات کا راستہ نکالیں گے۔ ھلال نے کہا: یا رسول اللہ صلّی اللہ علَیْہِ وَ آلہٖ وَسلّم اس واقعے کی وجہ سے میں دیکھ رہا ہوں کہ آپ کو تکلیف ہو رہی ہے۔ اللہ جانتا ہے کہ میں اپنی بات میں سچا ہوں۔ رسول اللہ صلّی اللہ علَیْہِ وَ آلہٖ وَسلّم اسے حدِ قذف (تہمت) کی سزا دینے کے لیے حکم دینے کا ارادہ کر رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے وحی نازل کی۔ جب لوگوں نے آپ صلّی اللہ علَیْہِ وَ آلہٖ وَسلّم پر وحی کی کیفیت دیکھی تو خاموش ہو گئے۔ آپ صلّی اللہ علَیْہِ وَ آلہٖ وَسلّم وحی سے فارغ ہوئے تو سورۃ نور کی پانچ آیتیں نازل ہوئیں۔[۱۳]

’’جو لوگ اپنی بیویوں پر (بدکاری، زنا) کا الزام لگائیں اور ان کے پاس خود ان کے اپنے سوا دوسرے کوئی گواہ نہ ہوں تو ان میں سے ایک شخص کی شہادت (یہ ہے کہ وہ) چار مرتبہ اللہ کی قسم کھا کر گواہی دے کہ وہ (اپنے الزام میں) سچا ہے اور پانچویں بار کہے کہ اس پر اللہ کی لعنت ہو اگر وہ (اپنے الزام میں) جھوٹا ہو۔ اور عورت سے سزا اس طرح ٹل سکتی ہے کہ وہ چار مرتبہ اللہ کی قسم کھا کر شہادت دے کہ یہ شخص (اپنے الزام میں) جھوٹا ہے اور پانچویں مرتبہ کہے کہ اس بندی پر اللہ کا غضب ٹوٹے اگر وہ (اپنے الزام میں) سچی ہو۔ تم لوگوں پر اللہ کا فضل اور اس کا رحم نہ ہوتا اور یہ بات نہ ہوتی کہ اللہ بڑا التفات (توجہ) فرمانے والا اور حکیم ہے تو بیویوں پر الزام کا معاملہ بڑی پیچیدگی میں ڈال دیتا۔‘‘

۱۔ لعان کا حکم:

لعان کا حکم آیا تو حضرت ھلال بن اُمیہ کی جان میں جان آئی ان کی پیٹھ کوڑوں سے بچ گئی اور ان کی بیوی کے برے فعل کی سزا بھی واضح ہو گئی۔ اس کا مختصر سا تذکرہ کیا جاتا ہے۔ نبی اکرم صلّی اللہ علَیْہِ وَ آلہٖ وَسلّم نے ان کی بیوی کو اپنی عدالت میں طلب کیا اور وہ حاضر ہوئیں۔ آپ صلّی اللہ علَیْہِ وَ آلہٖ وَسلّم نے حکم خداوندی (لعان کا حکم) سنایا اور فرمایا ’’پھر خوب سمجھ لو کہ آخرت کا عذاب دنیا کے عذاب سے زیادہ سخت ہے۔‘‘ ھلال نے عرض کیا میں نے اس پر بالکل صحیح الزام لگایا ہے۔ عورت نے کہا یہ بالکل جھوٹ ہے۔ حضور اکرم صلّی اللہ علَیْہِ وَ آلہٖ وَسلّم نے فرمایا اچھا تو ان دونوں میں ملاعنت (لعان) کروائی جائے۔ اس پر پہلے ھلال نے حکم قرآنی کے مطابق قسمیں کھانا شروع کیں۔ نبی اکرم صلّی اللہ علَیْہِ وَ آلہٖ وَسلّم اس دوران بار بار فرماتے رہے ’’اللہ کو معلوم ہے کہ تم میں ایک ضرور جھوٹا ہے پھر کیا تم میں سے کوئی توبہ کرے گا‘‘ پانچویں قسم سے پہلے حاضرین نے ھلال سے کہا ’’اللہ سے ڈرو، دنیا کا عذاب آخرت کے عذاب سے ہلکا ہے۔ یہ پانچویں قسم تم پر عذاب واجب کر دے گی مگر ھلال نے کہا

جس اللہ نے میری پیٹھ بچائی ہے وہ آخرت میں بھی مجھے عذاب نہیں دے گا۔ یہ کہہ کر انہوں پانچویں قسم بھی کھالی۔

پھر عورت اُٹھی اور اس نے بھی قسمیں کھانا شروع کیں۔ پانچویں قسم سے پہلے اسے بھی روک کر کہا گیا کہ ''اللہ سے ڈر، آخرت کے عذاب کی بہ نسبت دنیا کا عذاب برداشت کرلینا آسان ہے۔ یہ آخری قسم تجھ پر عذاب واجب کردے گی'' یہ سن کر وہ کچھ دیر رُکی اور جھجکتی رہی۔ لوگوں نے سمجھا کہ اعتراف کرنا چاہتی ہے۔ مگر پھر کہنے لگی ''میں ہمیشہ کے لیے اپنے قبیلے کو رسوا نہیں کروں گی'' اور پانچویں قسم بھی کھا گئی۔ اس کے بعد نبی اکرم صلّی اللہ علَیہِ وَ آلہٖ وَسلّم نے دونوں کے درمیان تفریق کرادی اور فیصلہ صادر فرمایا کہ اس کا بچہ (جو اس وقت پیٹ میں تھا) ماں کی طرف منسوب ہوگا۔ باپ کا نہیں پکارا جائے گا، کسی کو اس پر اور یا اس کے بچے پر الزام لگانے کا حق نہ ہوگا، اور اس کو زمانہ عدت کے نفقے اور سکونت کا حق ھلال پر نہیں کیونکہ یہ طلاق یا وفات کے بغیر شوہر سے جدا کی جارہی ہے۔

اسی قسم کا ایک مقدمہ عُویمر عجلانی انصاری کا ہے اس کی رُوداد بخاری، مسلم، ابوداؤد، ابن ماجہ اور مسند احمد میں سہل بن ساعدی اور ابن عمرؓ سے بیان کی گئی ہے۔ عُویمر اور ان کی بیوی کو مسجد نبوی میں ملایا گیا، ملاعنت سے پہلے حضور اکرم صلّی اللہ علَیہِ وَ آلہٖ وَسلّم نے تنبیہ کی اور توبہ کی تلقین کی اور جب کسی نے توبہ نہیں کی تو ملاعنت کرائی گئی۔ ملاعنت کے بعد عُویمر نے کہا ''یارسول اللہ اگر میں اس عورت کو رکھوں تو جھوٹا ہوں یہ کہہ کر انہوں نے تین طلاقیں دے دیں بغیر اس کے کہ حضور صلّی اللہ علَیہِ وَ آلہٖ وَسلّم نے ان کو ایسا کرنے کا حکم دیا ہوتا۔ سہل ساعدی کہتے ہیں ان طلاقوں کو حضور صلّی اللہ علَیہِ وَ آلہٖ وَسلّم نے نافذ فرمادی اور ان کے درمیان تفریق کرادی اور فرمایا ''یہ تفریق ہے ہر ایسے جوڑے کے معاملے میں جو باہم لعان کرے۔'' اس سے یہ سنت قائم ہوگئی کہ لعان کرنے والے زوجین (جوڑے) کو جُدا کردیا جائے اور وہ پھر کبھی جمع نہیں ہوسکتے سہل بن ساعدی کہتے ہیں وہ عورت حاملہ تھی، عویمر نے کہا یہ حمل میرا نہیں ہے۔ اس بناء پر یہ بچہ ماں کی طرف منسوب کیا گیا اور سنت جاری ہوئی کہ اس طرح کا بچہ ماں سے میراث پائے گا اور ماں ہی اس سے میراث پائے گی۔

اصحاب صحاح، مسانید اور سنن نے لعان کے دوسرے متعدد قصے بیان کیے ہیں جن میں آپ صلّی اللہ علَیہِ وَ آلہٖ وَسلّم کے فیصلے اور زوجین کے مابین متعدد مسائل کا بیان مذکور ہے۔ حضور اکرم صلّی اللہ علَیہِ وَ آلہٖ وَسلّم کے بعد ادوار میں صحابہ کرام، مجتہد، ائمہ اور فقہاء نے بہت سے لعان کے مسائل نکالے ہیں جو مفصل فقہ کی کتابوں میں مذکور ہیں۔ ان میں سے چند بنیادی مسائل کا اختصار دیا جارہا ہے۔

(۱) جب عاقل بالغ شوہر اپنی بیوی میں واضح طور پر اپنی آنکھوں سے برائی دیکھ لے تو معاملہ قاضی، حاکمِ وقت اور عدالت میں لے جائے گا۔ اسے اپنے طور پر کوئی کاروائی کرنے کا اختیار نہیں ہے۔ لعان صرف عدالت میں ہی ہوگی۔ اسلام میں

ماورائے عدالت سزا دینے، قتل کرنے یا کوئی اور سزا کا اقدام کرنے کا حق نہیں ہے۔

(۲) لعان کے مطالبے کا حق صرف مرد کو ہی نہیں ہے بلکہ عورت بھی عدالت میں اس کا مطالبہ کرسکتی ہے جبکہ شوہر اس پر بدکاری کا الزام لگائے یا اس کے بچے کا نسب تسلیم کرنے سے انکار کردے۔

(۳) لعان کا حق ہر خاوند اور ہر بیوی کو ہے چاہے دونوں نیک ہوں یا بد اور آزاد ہوں یا غلام، مسلمان ہوں یا کافر۔

امام شافعیؒ کہتے ہیں کہ ''جس کی قسم قانونی حیثیت سے معتبر ہو اور جس کو طلاق دینے کا اختیار ہو وہ لعان کرسکتا ہے۔ گویا ان کے نزدیک صرف عاقل اور بالغ ہونا اہلیت لعان کے لیے کافی ہے خواہ زوجین مسلم ہوں یا کافر، غلام ہوں یا آزاد، مقبول الشہادت ہیں یا نہ ہوں، اور مسلم شوہر کی بیوی مسلمان ہو یا ذمی۔ قریب قریب یہی رائے امام مالک اور امام محمد کی ہے۔'' [۱۴]

(۴) بیوی پر الزام لگانے کے بعد شوہر لعان سے پہلوتہی کرے تو حنفیہ کی رائے یہ ہے کہ اسے قید کردیا جائے جب تک وہ لعان نہ کرے یا اپنے الزام میں جھوٹا ہونا نہ مان لے، اسے نہ چھوڑا جائے اور جھوٹ مان لینے کی صورت میں اس کو حد قذف لگائی جائے۔

(۵) اگر شوہر کے قسم کھا چکنے کے بعد عورت لعان سے پہلوتہی کرے تو حنفیہ کی رائے یہ ہے کہ اسے قید کردیا جائے جب تک وہ لعان نہ کرے یا پھر زنا کا اقرار کرلے۔

(۶) اگر باپ بچے کی نسبت سے انکار کرے تو بالاتفاق لعان لازم آتا ہے۔ اور اس بات پر بھی اتفاق ہے کہ ایک دفعہ بچہ قبول کرلینے کے بعد (چاہے یہ قبول کرلینا صریح الفاظ میں ہو یا قبولیت پر دلالت کرنے والے افعال ہوں جیسے پیدائش کے وقت مبارکباد قبول کرلینا یا بچے کے ساتھ پدرانہ شفقت برتنا اور اس کی پرورش میں دلچسپی لینے کی صورت میں) پھر باپ انکار کرے تو انکار کا حق نہیں رہتا۔

(۷) اگر شوہر طلاق دینے کے بعد مطلقہ (طلاق دی ہوئی) پر زنا کا الزام لگائے تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک لعان نہیں ہوگا بلکہ اس پر حدِ قذف کا مقدمہ قائم کیا جائے گا کیونکہ لعان زوجین کے لیے اور مطلقہ عورت اس کی بیوی نہیں ہے۔

(۸) فقہاء اربعہ کے درمیان اکثر متفق مسائل یہ ہیں۔ جیسے لعان کے بعد دونوں فریق مرد و عورت سزا کے مستحق نہیں ہوتے۔ مرد بچے کے نسب کا انکار کرے تو بچہ صرف ماں کا قرار پائے گا، اس سے میراث پائے گا اور ماں اس کی وارث ہوگی۔ عورت کو زانیہ اور بچے کو ولد الزنا کہنے کا حق کسی کو نہیں ہوگا۔ اگرچہ لعان کے وقت حالات کیسے ہی ہوں۔ جو شخص عورت اور بچے پر سابقہ الزام کا اعادہ کرے گا وہ حد کا حقدار ہوگا۔ عورت کا مہر ساقط نہیں ہوگا۔ عورت عدت کے دوران مرد سے نفقہ اور مسکن پانے کی حقدار نہیں ہوگی۔ عورت اس مرد کے لیے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے حرام ہوجائے گی۔

کاروکاری کے موجودہ اسباب:

١۔غیرت کی فطری طور پر موجودگی: انسان چاہے کسی خطے اور کسی دور کا ہو اور تعلیم یافتہ ہو یا ان پڑھ ہو میاں بیوی کا ایک دوسرے سے غیر معمولی تعلق ہوتا ہے۔ تعلق فطری، معاشرتی اور تمدنی وتہذیبی ہوتا ہے۔ اللہ تبارک تعالیٰ نے ان کے باہمی تعلق کو اس طرح بیان کیا ہے: **وجعل بینکم مئودة ورحمة**[١٥] اللہ نے تمہارے درمیان دوستی اور رحمت وشفقت رکھی ہے۔ یہ تعلق نکاح اور رشتہ ازدواج سے وابستہ ہوتا ہے اور آخر تک باقی رہتا ہے ایک دوسرے کے ہمدرد، رازداں، ایک دوسرے کے لباس اور پردہ، زندگی کی گاڑی کھینچنے والے دو پہیے، زندگی کے ساتھی ہیں اور دونوں کا ساتھ ہے۔ لہٰذا ان میں سے کسی ایک کی طرف سے بے اعتنائی، بے توجہی، بے وفائی ظاہر ہو یا کسی دوسری طرف میلان ہو یا کسی اور سے تعلق ہو جائے تو دوسرے کو نہ صرف قلبی دکھ اور افسوس ہوتا ہے بلکہ غصہ، غیظ وغضب اور جھنجھلاہٹ طاری ہوتی ہے۔ اس قسم کا غصہ نہ صرف انسانوں بلکہ جانوروں اور پرندوں تک میں دیکھا جاتا ہے، انتھروپالوجی کے ماہرین اس حقیقت کو تسلیم کرتے ہیں۔ اس غصے، جوش وجذبے اور ہیجان کو کنٹرول کرنے اور قابو میں رکھنے والے عوامل میں سب سے بڑا عامل مذہب ہے۔

٢۔کاروکاری کے موجودہ رہنے اور فروغ پانے کا ایک سبب جہالت: اسلام سے بے خبری، جہالت اور اعمال میں دوری ہے۔ اس لیے یہ بدرسم ان علاقوں اور لوگوں میں زیادہ ہے جو دین اسلام سے دور ہیں۔

٣۔میڈیا (الیکٹرانک اور پرنٹ) کی مادر پدر آزادی: ہر نوع کے پروگرام بغیر سنسر کیے، معاشرتی اقدار کو نظر انداز کیے اور زمینی حقائق کا لحاظ کیے بغیر نشر کرنا، نوجوانوں کے جذبات بھڑکانا اور دیگر تہذیبوں اور کلچر کو لے آنا بھی بڑا سبب ہے۔

٤۔اندھی مادی دوڑ: کاروکاری کے پیچھے ایک بڑا عامل ہے۔ پیسے اینٹھنے کے لیئے یہ الزام جڑ دیا جاتا ہے یا تو بڑا قرضہ معاف کردیا جاتا ہے یا رقم بٹور لی جاتی ہے۔ ایسے واقعات کاروکاری کے علاقوں میں عام ہورہے ہیں۔

٥۔ذاتی، خاندانی اور قبائلی دشمنیاں: عداوتیں اور پرانے اختلافات بھی ایک بڑا سبب ہے، کسی کو مارنے، کسی کی جائیداد پر قبضہ کرنے، کسی سے بدلہ لینے اور کسی کو دبانے کے لیے کاروکاری کا ڈرامہ رچایا جاتا ہے اور چونکہ ایک فریق یعنی عورت کمزور ہوتی ہے لہٰذا نشانہ بنا کر اپنا مقصد نکالا جاتا ہے۔

٦۔عورتوں کو دوسرے درجے کا انسان سمجھنا: ان کی قدر و قیمت نہ ہونا، ان کے حقوق نہ دینا، ان پر کام کا بوجھ بہت زیادہ ڈالنا، ان پر ظلم وزیادتی کرنا اور ان کے قتل پر سخت سزا کا نہ دینا بھی کاروکاری کے بڑھتے ہوئے واقعات ایک بڑا سبب ہے۔

کاروکاری کی رسم کی بنیادیں:

اس رسم کی بنیادیں یا ماخذ کیا ہیں، یہ کن بنیادوں پر آگے بڑھی اور اور کیسے رواج پائی۔اس پر تھوڑا سا غور کرتے ہیں۔

۱۔شادی شدہ جوڑے کا باہمی تعلق: فطری طور پر انسانوں میں شادی شدہ جوڑے کا باہمی گہرا تعلق، رشتہ اور غیر معمولی لگاؤ ہوتا ہے۔ جب اس میں کسی ایک فریق کی طرف سے بے وفائی ہوتی ہے تو دوسرے کو سخت تکلیف پہنچتی ہے جو آگے چل کر سخت اقدام پر منتج ہوتی ہے۔البتہ اس میں بے انصافی یہ ہے کہ عورت سے اگر غلطی سرزد ہو تو قابلِ گرفت اور گردن زدنی ہے لیکن اگر مرد سے غلطی ہو تو کوئی بات نہیں ہے۔ بلکہ بعض قبائل میں اسے مردانگی کی نشانی اور علامت سمجھی جاتی ہے۔ یہ ایک بڑی ناانصافی ہے بلکہ ظلم وزیادتی کی بات ہے۔

۲۔سابقہ قبائلی روایات: خانہ بدوش قوم جب خانہ بدوشی کی زندگی گزار رہی تھی اور مرد کو عورت پر کلی طور پر بالادستی تھی تو اس وقت اس کی شروعات کا آغاز ہے۔ جب قبائل ایک مجمع کی صورت میں بغیر پردے، پرائیویسی اور اکیلے رہتے تھے تو ان میں شکوک وشبہات اور برائیاں ہوتی تھیں۔اس وقت ان لوگوں نے سخت قوانین بنائے ان میں یہ کاروکاری کا قانون بھی تھا۔

۳۔سابقہ مذاہب: سابقہ مذاہب (چاہے آسمانی ہوں یا غیر آسمانی) ان میں عورت کی حیثیت بہت کم تھی بلکہ نہ ہونے کے برابر تھی اس کی زندگی کو معمولی سمجھا گیا اور اسے دوسرے بلکہ تیسرے درجے کا انسان سمجھتے ہوئے قتل کرنا جائز سمجھا گیا۔اس بنیاد پر یہ رسم پروان چڑھی۔ جیسے ہندو مذہب میں عورت مرد سے شادی کی صورت میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے وابستہ ہو جاتی تھی اس کے لیے طلاق اور علیحدگی کی کوئی صورت نہیں تھی، بلکہ شوہر کے بعد اسے باعزت اور باسلیقہ رہنے کا حق نہیں تھا اور اچھی عورت وہی کہلاتی جو شوہر کی چتا کے ساتھ جل کر مر جائے۔

۴۔جاگیردارانہ اور سرداری نظام: جاگیردارانہ اور سرداری نظام میں عوام کو ماتحت رکھنے کے لیے ایسے فیصلے کرنا، ان سے رقمیں لینا اور خرچ کرانا بھی اس قبیح رسم کا ایک عامل معلوم ہوتا ہے۔موجودہ دور میں بھی سردار، وڈیرے اسے ہوا دیتے ہیں اور اسے باقی رکھنے کے لیے ایسے فیصلے کرتے ہیں۔اسے جائز گردانتے ہیں، جرگے کر کے لوگوں کو اس رسم پر قائم رکھنے کی بات کرتے ہیں۔ گویا اسے قبائلی، سرداری اور پنچائیتی زندگی کا ایک لازمی حصہ سمجھتے ہیں۔

۵۔ذاتی دشمنیاں اور قبائلی عداوتیں: قبائلی عداوتوں اور ذاتی دشمنی نکالنے اور دوسرے کو دبانے کے لیے یہ راستہ ڈھونڈا گیا کہ بے چاری کمزور عورت کو نشانہ بنا کر دوسرے کے کاری کا الزام لگا کر اپنی دشمنی نکالی جاتی ہے۔اس سے رقم ہتھیانا، اسے جھکانا اور اسے ذلیل وخوار کرنا معمول بن گیا ہے۔ کاروکاری کا یہ تجزیہ جو کسی قدر سروے کر کے مرتب کیا گیا ہے۔اس میں ذاتی دشمنیاں چاہے قبیلے، خاندان، فرد یا خود اس عورت سے ہو اسے نکالنے کا ایک طریقہ کاروکاری میں ڈھونڈا گیا ہے۔ گذشتہ صفحات میں کاروکاری کی قبیح رسم کی ایجاد، پروان چڑھنے اور رواج پانے کے اسباب وعوامل پر مختصر سی گفتگو کی گئی۔اس گفتگو کے نتیجے میں

اوراخبارات کے دیدہ وشنیدہ واقعات کی روشنی میں میرے تجزیئے کا عملی ٹیبولیشن کچھ اس طرح کا بنتا ہے۔

ا	غیرت اور فطرت کے جذبے کی روشنی میں قتل کا تناسب	۴۰ فیصد
ب	ذاتی اور برادری کی دشمنی اور قبائلی عداوتوں کی بنیاد پر قتل	۲۰ فیصد
ج	کسی سے رقم ہتھیانے، قرض ساقط کرنے، یا بٹورنے پر قتل	۱۰ فیصد
د	سازشیں خاص طور پر ساس، نند، دیوروں اور بدخواہوں کی طرف سے	۱۰ فیصد
ہ	دوسری شادی کرنے کے لیے، بیوی سے جان چھڑانے وغیرہ پر قتل	۱۰ فیصد
و	عورتوں کے حقوق نہ دینا ان پر ظلم وزیادتی جس کے نتیجے میں ان کا بغاوت کرنا دوسرے کے ساتھ چلے جانا	۱۰ فیصد
	میزان	۱۰۰ فیصد

اس ٹیبل سے تھوڑا سا اندازہ کیجیے کہ یہ گھناؤنا جرم کہاں کہاں سے سرایت کر کے ایک نام سے سامنے آ رہا ہے اور وقوع پذیر ہو رہا ہے نیز اس کا سدِ باب ضروری ہے۔

(٦) بے پردگی کو ایک حد میں رکھنے کی ضرورت ہے: اسلام نے عورت کو جتنی آزادی دی ہے وہ کم نہیں ہے۔ اسے اپنی ضروریات کے کام سرانجام دینے، اپنا روزگار کرنے، بازار جانے، علاج معالجے کے لیے گھر سے نکلنے، اپنی ذمہ داریاں پوری کرنے کی اجازت دی ہے۔ حتیٰ کہ مسجد، عیدگاہ اور تقریبات میں جانے کی اجازت دی اور ملازمت کرنے کی اجازت ہے۔ لہٰذا عورتوں کو ملازمت میں ان کے جائز حقوق دیئے جائیں، مواقع فراہم کیے جائیں۔ تاہم یہ سارے کام ایک فریم اور دائرے میں ہوں گے۔ اس سے باہر نکلنے کی کوشش نہ خواتین کو کرنی چاہیے اور نہ ہی مردوں کو اسے یورپ کی طرح بازار کی چیز بنانے اور فروخت کرنے کا ذریعہ بنانے کی کسی صورت میں اجازت نہیں ہے۔ عورت کو اپنے دائرہ کار میں رہ کر اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار لانے کی پوری آزادی ہے وہ اپنی حقیقت کو جانے کہ اسے بھی محض گوشت پوست کا بے جان لوتھڑا بنا کر پیدا نہیں کیا گیا بلکہ وہ بھی ایک خاص موقع کے تحت پیدا کی گئی ہے۔ دل ودماغ کی حامل ہے، قلب ونظر رکھتی ہے۔ اسلام کو سمجھنے کی کوشش کرے اور اس کی روشنی میں اپنے فرائض ومقام سے آگاہ ہو۔ یہی آگہی اسے اپنی عفت کا نورِ پاسبان بننے میں معاونت کرے گی۔ اللہ کی نصرت اس کے شاملِ حال ہوگی اور اس طرح اس کا وجود کائنات میں محض رنگ آمیزی کے لیے نہ ہوگا بلکہ اس کائنات کا ایک لازمی جزو ہوگا جس کے بغیر کائنات کی تکمیل ناممکن ہے۔

حوالہ جات

۱۔ القرآن الکریم ۱۷:۷۰
۲۔ القرآن الکریم ۱۷:۳۳
۳۔ القرآن الکریم ۵:۳۲
۴۔ القرآن الکریم ۲:۱۷۹
۵۔ تفہیم القرآن مودودی ابوالاعلیٰ مولانا ۴۸۵ ترجمان القرآن الکریم لاہور
۶۔ تفسیر کبیر فخر الدین رازی علامہ ۱۲۸/۶ دار الکتب بیروت
۷۔ مشکوٰۃ المصابیح ۱۵۴/۲
۸۔ القرآن الکریم ۲۴:۴ ، ۲۴:۵
۹۔ الجامع الترمذی ابوعیسیٰ الترمذی ۲۸۳/۲
۱۰۔ الجامع الصحیح الامام بخاری ۹۳/۲
۱۱۔ السنن لابی داؤد ۷۸/۲
۱۲۔ الجامع الصحیح الامام مسلم ۱۹۳/۲
۱۳۔ القرآن الکریم ۲۴:۶ تا ۱۱
۱۴۔ تفہیم القرآن الکریم مودودی ابوالاعلیٰ مولانا ۳۸/۲ ترجمان القرآن لاہور
۱۵۔ القرآن الکریم ۳۰:۲۱

ڈاکٹر مسرت جہاں، اسسٹنٹ پروفیسر کی حیثیت سے شعبہ قرآن وسنہ، جامعہ کراچی سے ۲۰۰۰ء سے وابستہ ہیں اور بحیثیت انچارج فرائض سرانجام دے رہی ہیں۔ انہیں ۱۹۹۵ء میں Ph.D ڈگری سے نوازا گیا۔ مختلف جرنلز اور روزنامہ جنگ میں ان کے مضامین شائع ہوتے رہے ہیں۔